تفہیمِ دین میں رسول اللہ ﷺ کے جسمانی تاثرات کا اظہار

حافظ محمد اصغر☆

Abstract:

"The Prophet Muhammad S.A.W being last of all Prophets is appointed for all the human generations to come till end. His life is the best model for mankind. He himself declared the teacher to humanity. The Prophet (S.A.W) educated and trained his companions in the best way and his companions spread in the world to guide the people according to the spirit of Islam. While teaching his companions the Prophet Muhammad (P.B.U.H) adopted different ways and also expressed physical impressions and body language to make the matter more effective. This article addresses the very same way of the Prophetic teaching and preaching."

رسول کائنات ﷺ چونکہ اللہ مالک الملک کی طرف سے مبعوث اور پوری کائنات کے لیے صاحب ھدی کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے نبی ﷺ ایک بہترین استاذ، بہترین معلّم، بہترین مدرس اور بہترین مربّی ہیں اور خود بھی اللہ کے نبی ﷺ نے ایک روایت میں خود کو معلّم ہی قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا: ''وإنّما بعِثت معلّما''[1] (بے شک میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔)

رسول اللہ ﷺ جب بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تربیت یا ان کو دین سکھانے کی بات کرتے تو وہاں ایک بہترین معلّم اور استاذ ہونے کے ناطے اپنے جسمانی تاثرات (Body Language) کا بھرپور استعمال فرماتے۔ اس کی بہت سی مثالیں کتب احادیث میں ملتی ہیں۔ ان میں سے چند مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بات سمجھانا

چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ لیکچرار اسلامیات، شعبۂ علوم اسلامیہ و عربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

''المؤمن للمؤمن کالبنیان یشدّ بعضهٗ بعضًا'' مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔ (پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بیان کرنے کے بعد) ثم شبّک بین أصابعهِ۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کرلیا۔ (۲)

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کو تربیت دیتے تا کہ ان کے اذہان وقلوب میں اچھی طرح بات بیٹھ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں بیان فرماتے ہیں: ''هو بیان لوجه التشبیه أیضا أي یشد بعضهم مثل هذا الشد، ویستفاد منه أن الّذی یدید المبالغة في بیان أقواله یمثلها بحرکاته لیکون أوقع فی نفس السامع'' (۳)

اس وجہ تشبیہ کی وضاحت یہ ہے کہ (مومنین) ایک دوسرے کو ایسے تقویت پہنچاتے ہیں جیسے یہ انگلیاں ایک دوسرے کے لیے باہمی طاقت کا باعث ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی بات میں زیادہ زور پیدا کرنا چاہتا ہے وہ اشاروں (جسمانی تاثرات) سے اس کی وضاحت کرتا تا کہ سننے والے کو اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔''

مذکورہ بالا حدیث اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا وضاحت سے ایک تو جسمانی تاثرات کی اہمیت وافادیت واضح ہے کہ تعلیم میں اس کی اہمیت کس قدر ہے اور دوسری یہ بات کہ معلّم اعظم ﷺ اپنی دعوت وتربیت میں بھی اپنے جسمانی تاثرات کے ذریعے اپنے مخاطب ساتھیوں کو سمجھاتے تا کہ ان کے قلوب واذہان میں بات راسخ ہوجائے۔

اشاروں سے بات کی وضاحت

سیدنا ابواُمامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علیکم بهذا العلم قبل أن یقبضَ، وقبضهُ أن یرفَعَ'' اس علم کو اس کے قبض ہونے سے پہلے حاصل کرو، اس کا قبض یہ ہے کہ اسے اٹھالیا جائے گا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے درمیانی انگلی اور اور انگشت شہادت کو ملاکر وضاحت فرمائی۔

''عالم اور طالب علم ثواب میں شریک ہیں اور دوسرے لوگوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔'' (۴)

اس روایت میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کے بات سمجھانے میں جسمانی تاثرات کا اظہار ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ ایک تعلیم کے مختلف طریقوں سے وعظ فرمایا کرتے تھے۔

قربِ قیامت کے بیان میں آپ ﷺ کے انداز

سیدنا سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''بعثت أنا والساعة کهاتین'' مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے، آپ ﷺ اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرماتے پھر ان دونوں کو پھیلا دیتے۔ (۵)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک کا تذکرہ فرمایا ہے یعنی میری بعثت بھی قیامت کے قرب کی دلیل ہے اور ساتھ ہی دو انگلیوں کے مخصوص اشارے سے بھی اپنے زمانہ بعثت اور روز قیامت کا باہم قریب ہونا بتایا۔

یہ بات آپ ﷺ اگر جسمانی تاثرات کے بغیر کرتے تو شاید بات مبہم رہ جاتی لیکن معلّم اعظم نے تعلیم کے طریق کو سامنے رکھتے ہوئے جسمانی تاثرات کے ذریعے مخاطبین کو اپنی بعثت کا وقت بھی بتایا اور اس کے ساتھ ہی قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔ اسی لیے امام قرطبی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حاصل الحديث تقريب أمر الساعة وسرعة مجيئها'' حدیث سے مقصود قیامت کے برپا ہونے اور اس کے جلد آنے کا بیان ہے۔(۶)

آپ ﷺ کا گدی پر ہاتھ رکھنا

سابقہ حدیث میں تو قیامت کے قرب کا بیان ہے اب ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ ابن آدم اور اس کی موت کو جسمانی تاثر (Body Language) کے ذریعے یوں بیان فرماتے ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''هذا ابنُ آدمَ وهذا أجله'' یہ ابن آدم اور یہ اس کی موت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی گدی کے قریب اپنا ہاتھ رکھا، پھر اسے پھیلا کر فرمایا: ''وثمّ أمله وثمّ أمله'' اور پھر وہاں اس کی امید ہے اور پھر وہاں اس کی امید ہے۔(۷)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ اشاروں کے ذریعے ابن آدم کی موت اور اس کی امیدوں کے طول کو بیان فرما رہے ہیں۔ یعنی ابن آدم کی زندگی تو اتنی سی ہے کہ ذرا سا معاملہ ہوا تو یہاں سانس بند ہو گیا، ابن آدم کی زندگی کا تو یہ خلاصہ ہے، لیکن اگر اس کی امیدوں کی طرف دیکھا جائے تو وہ ہمیشہ کی زندگی کی طرح ہیں اور بہت لمبی ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے ابن آدم کے اس دنیادارانہ رجحان کو جسمانی تاثرات کے ذریعے سمجھایا اور لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی کا درس دیا۔

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوران تعلیم بات کو مؤثر بنانے کے لیے مخصوص اشارات سے کام لیتے تھے تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

تشہد کی تعلیم و تربیت

امام بخاری رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے تشہد سکھایا جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے ہیں اور میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں میں تھا: التحيات لله والصلوات والطيبات... الخ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے تھے، پس جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو ہم السّلام علی النبی ﷺ کہنے لگے۔(۸)

شارحین نے اس حدیث کی شرح میں بیان کیا ہے کہ یہ مصافحہ نہیں تھا بلکہ ایسے ہی جیسے کوئی بزرگ چھوٹوں کو تعلیم دیتے وقت ہاتھوں میں ہاتھ لے لیتے ہیں۔

تو اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی ہر طرح سے تربیت کا انتظام فرمایا اور مختلف طریق ہائے تعلیم اپنائے تاکہ اصحابؓ کو اسلام کا ہر عمل اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر تعلیم دی تاکہ جو میں سکھاؤں وہ غور سے سن لیں اور کچھ بھی ان سے رہ نہ جائے۔

دوران خطبہ آپ ﷺ کے مختلف انداز

حصین بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ عمارہ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے روز (اثنائے خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر) دعا کر رہا تھا، اور (دورانِ خطبہ ہاتھ بھی ہلا رہا تھا) تو عمارہ نے کہا: اللہ ان دونوں ہاتھوں کو رسوا کرے۔۔۔ زائدہ کہتے ہیں کہ حصین نے کہا: مجھے عمارہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اس سے زیادہ نہیں کرتے تھے، یعنی صرف شہادت کی انگلی اٹھانے پر اکتفا کرتے تھے جو انگوٹھے سے ملی ہوتی ہے۔ (۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ دورانِ خطبہ شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے اور اسی کو بلند کرتے تھے۔ دوران گفتگو انگلی کی حرکت سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سامعین اچھے طریقے سے متوجہ رہتے ہیں اور گفتگو پورے انہماک سے سنتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے تھے۔ (۱۰)

سیدنا سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کیا۔ (۱۱)

اس حدیث مبارکہ میں بھی نبی کریم ﷺ نے بات سمجھانے کے لیے انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

آنکھوں کا سرخ اور آواز کا بلند ہو جانا

اس میں ہمارے موضوع سے متعلق اور خطیب کی اہم خصوصیت ''کھڑے ہو کر خطبہ دینا ہے'' اس میں بھی بہت سے فوائد جن میں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ سامعین میں سے ہر ایک واعظ یا خطیب کو براہِ راست دیکھ سکتا ہے اور وعظ کے ساتھ ساتھ اس کی باڈی لینگوئج سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی، آپ کا غضب بڑھ جاتا گویا آپ دشمن کے کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں۔ پھر آپ فرماتے: مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے۔ آپ اپنی درمیانی انگلی اور انگشتِ شہادت کے درمیان فرق کرتے ہوئے (سمجھاتے تھے)۔ (۱۲)

پُر جوش وجذبے سے کی ہوئی تقریر کی بنا پر آنکھیں سرخ ہو جانا یا غضب کا بڑھ جانا ایک طبعی معاملہ ہے، موضوع کی مناسبت سے یہ بات واضح ہوئی کہ دعوت وتبلیغ میں دوران وعظ وتقریر، موقع محل کے مطابق جوش وجذبے سے تقریر کرنا بھی ضرورت ہے۔ دوسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انگلیوں کے اشارے سے بھی بات کو سمجھایا جا سکتا ہے، بلکہ اس طرح کے اشارے زیادہ کارگر ثابت ہوتے ہیں۔

مصائب برداشت کرتے ہوئے آپؐ کا جسمانی تاثراتی انداز

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر احد کے دن سے بھی کوئی سخت دن آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے تیری قوم نے بڑی تکلیفیں پہنچائی ہیں، اور سخت ترین تکلیف طائف کے دن پہنچی تھی جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنے آپ کو (بحیثیت ایک نبی کے) پیش کیا۔ اس نے میرے ارادے کے مطابق جواب نہیں دیا۔ میں اس حالت میں چلا کہ میں سخت پریشان تھا۔ مجھے قرن الثعالب تک افاقہ نہیں ہوا۔ پھر میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو ایک بادل دیکھا جس نے مجھ پر سایہ کر رکھا تھا۔ میں نے دیکھا اس (بادل) میں جبریلؑ ہیں جو مجھے آواز دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں اور جواب سنا ہے اور اس نے آپ کے لیے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ آپ جو چاہیں اسے حکم دے سکتے ہیں۔'' پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کہا پھر کہا کہ اے محمد (ﷺ)! بلاشبہ اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سنی ہیں اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ آپ جو چاہیں حکم دے سکتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کے دونوں پہاڑ ملا کر انہیں کچل دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''(۱۳)

اس روایت میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس وجہ سے پریشان ہونا بھی عین حالات کے مطابق ہے، جیسا کہ نبی ﷺ پریشان ہوئے لیکن آپ ﷺ نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ رنج وغم کی بنا پر پریشان ہونا انسانی فطرت ہے، لیکن دعوت وتبلیغ کی کوشش میں کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

آپ ﷺ کا ایک اور اندازِ تفہیم

سیدنا معاذؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنّم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے بہت بڑی بات کا سوال کیا ہے، لیکن یہ اس کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ اس کو آسان فرما دے۔ (یعنی عمل کی توفیق دے دے) تُو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ دے، رمضان کے

روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر، اگر اس کے راستے کی طاقت ہو۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے بھلائی کے دروازے نہ بتلاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو بجھا دیتا ہے (یعنی اس کے اثر کو دور کر دیتا ہے) جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کا رات کے پچھلے پہر میں نماز پڑھنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''ان کے پہلو، بستروں سے دور رہتے ہیں'' یہاں تک کہ یعملون تک پہنچ گئے۔ پھر فرمایا کیا میں تجھے دین کا سر، اس کا ستون اور اس کی کوہان کی بلندی نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، اللہ کے رسول (ضرور بتلائیے) آپ نے فرمایا: دین کا سر اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتلاؤں، جس پر ان سب کا دارومدار ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ''اس کو روک کر رکھ'' میں نے عرض کیا: کیا ہم زبان کے ذریعے سے جو گفتگو کرتے ہیں، اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''تجھے تیری ماں گم پائے۔'' جہنم میں لوگوں کو ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی اوندھے منہ گرائیں گی۔ (۱۴)

دوران وعظ باڈی لینگویج کا اہم کردار ہوتا ہے اور جس چیز کے بارے میں سمجھایا جا رہا ہے (اس کی طرف اشارہ کرنا یا اسے پکڑ کر سامعین کو دکھانا بہت زیادہ پُر اثر ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر سمجھایا تھا۔

ابو واقد لیثیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبکہ ہم چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے: عنقریب فتنے ہوں گے، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! تب ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے چٹائی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا، پھر فرمایا: تم ایسے کرنا اور ایک دن آپ نے بتایا: عنقریب فتنے ہوں گے۔ بہت سے لوگ اسے سن نہ سکے تو معاذ بن جبلؓ نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں سن رہے؟ انہوں نے کہا: آپ نے کیا فرمایا: کہتے ہیں: عنقریب فتنے ہوں گے تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پہلے معاملے کی طرف پلٹ آنا۔ (۱۵)

آقائے دو جہاں ﷺ اپنے اس بیان میں فتنوں کے دور میں تبلیغ دین کی کوشش کے بارے میں فرما رہے ہیں اور آپ نے باقاعدہ سمجھانے کے لیے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا اور چٹائی کو پکڑا، جس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح میں نے چٹائی کو تھام لیا ہے، اسی طرح تم فتنوں کے دور میں دعوت واصلاح کو تھام لینا۔ سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو چٹان پر کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، پھر آپ مکہ کے ایک کونے کی طرف آئے اور کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ پھر آپ متوجہ ہوئے تو آپ نے اس شخص کو نماز کی ہی حالت میں پایا۔ آپ نے اپنے ہاتھوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا: اے لوگو! میانہ روی کو لازم پکڑو، اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا تم تھک جاؤ گے۔ (۱۶)

نبی کریم ﷺ نے وعظ سے پہلے اچھی طرح چھان بین کی۔ نماز پڑھنے والا شخص راہ اعتدال (میانہ روی) سے ہٹا ہوا ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کیا، یہی میرے موضوع سے متعلق

ہے کہ آپ کس طرح دوران وعظ میں اپنے ہاتھوں کو اکٹھا کرتے ہیں، پھر لوگوں کو بیان کرتے ہیں۔

دنیا کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کے انداز

سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے اور آپ کے دونوں طرف لوگ تھے تو آپ ﷺ کا بکری کے ایک چھوٹے کان والے مردار بچے کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے اسے اس کے کان سے پکڑا اور فرمایا: تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں بھی لینا پسند کرے گا؟ انہوں نے کہا: ہم تو اسے (ایک درہم کیا) کسی بھی چیز کے بدلے لینا پسند نہیں کرتے اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ یہ تمہیں مفت ہی مل جائے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ (بچہ) اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا، کیونکہ چھوٹے کانوں والا ہی تو اب اسے کون لے گا، جبکہ یہ مردار ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یقیناً اللہ کے نزدیک دنیا اس کے بھی زیادہ حقیر ہے، جتنا بکری کا یہ مردار بچہ تمہاری نظروں میں حقیر ہے۔ (۱۷)

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دنیا کی حقیقت بتانے کے لیے کس قدر بہترین اسلوب اختیار کیا کہ آپ ﷺ بنفس نفیس بکری کے مردار بچے کے پاس تشریف لے گئے، پھر اس کے کان سے پکڑ کر لوگوں کو متوجہ کیا، تاکہ لوگ اچھی طرح اس کے چھوٹے کان دیکھ لیں اور پھر سوال جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ آخر میں لوگوں پر واضح کر دیا کہ جس قدر تمہارے نزدیک بکری کا یہ مردار بچہ حقیر ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

آپ ﷺ کا سامعین کی طرف چل کر آنا

سیدنا ابورفاعہ تمیم بن اسیدؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پس میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک مسافر آدمی اپنے دین کی بات پوچھنے آیا ہے، وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے؟ (یعنی اس کی تعلیمات سے لابلد ہے) پس رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا حتی کہ میرے پاس آ گئے، چنانچہ آپ کے لیے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپ ﷺ فروکش ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو احکام سکھلائے تھے وہ مجھے سکھلانے لگے۔ پھر اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کے آخری حصے کو مکمّل فرمایا۔ (۱۸)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دوران خطبہ میں اپنے خطبے کو چھوڑ کر ایسے شخص کو تعلیم سے روشناس کیا جو بالکل دینی تعلیم سے بے بہرہ تھا، پھر دوبارہ اپنا خطبہ مکمّل کیا معلوم ہوا دعوت وتبلیغ میں ضروری نہیں کہ بہت زیادہ افراد ہوں تب ہی یہ فریضہ ادا کیا جائے، بلکہ اگر ایک شخص بھی ایسا ہو کہ وہ تعلیمات اسلامیہ سے نابلد ہے تو پوری توجہ سے اسے احکام وفرائض سکھانے چاہیں۔

دعوت وتبلیغ میں آپ ﷺ کا پر عزم ہونا

سیدنا عقیل بن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ قریشی ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ محمد (ﷺ) کو نہیں دیکھتے؟ وہ ہمیں ہماری مجالس ومساجد میں تکلیف دیتا ہے، آپ ایسی ایذ پہنچانے سے انہیں منع کر دیں۔ انہوں نے مجھے کہا: اے عقیل! محمد (ﷺ) کو بلاؤ۔ میں گیا اور انہیں بلا کر لے آیا۔ ابو طالب نے کہا: میرے بھتیجے! تیرے چچا زاد بھائیوں نے یہ شکایت کی ہے کہ تم انہیں مجلسوں اور مسجدوں میں تکلیف دیتے ہو۔ اس طرح کرنے سے باز آجاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے کن اکھیوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''اگر تم لوگ میرے لیے آسمان سے شعلہ (یعنی سورج) بھی لے آؤ تو میں ایسا کرنے سے رک نہیں سکتا۔ یہ سن کر ابو طالب نے کہا: میرا بھتیجا جھوٹا نہیں ہے۔ تم سب یہاں سے جاؤ۔ [۱۹]

اس روایت میں تبلیغ دین کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عزم و جذبے کا بیان ہے اور جو چیز میرے موضوع سے متعلّق ہے وہ آپ کا اپنا موقف بیان کرنے سے پہلے آسمان کی طرف دیکھنا، گویا آپ نے جو فرمایا ہے، وہ وحی الٰہی کے ذریعے سے ہی فرمایا ہے۔

قربانی کے جانوروں کے متعلّق وضاحت

عبید بن فروز بیان کرتے ہیں کہ ان سے البراء بن عازب نے کہا'' کہ مجھے قربانی کے ان جانوروں کے متعلّق بتائیے جن کی قربانی کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا یا ان سے منع فرمایا۔''

انہوں نے بیان کیا'' بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح اپنے ہاتھ سے فرمایا اور میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے کم تر ہے، چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں۔ ایک آنکھ والا ہونا نمایاں ہو بیمار جس کی بیماری واضح ہو لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو، ایک دوسری روایت میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا۔

اور البراء بن عازب نے اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میری انگلیاں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے کم تر ہیں۔ [۲۰]

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے ان چار اقسام کے جانوروں کی تفصیل بتائی جن کی قربانی جائز نہیں آپ نے چار کا لفظ بولتے وقت اپنی چار انگلیوں کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا اور بلا شبہ صرف گفتگو کے ساتھ سمجھائے ہوئے درس کے مقابلے میں گفتگو کے ساتھ اشاروں کے ساتھ سمجھایا ہوا سبق زیادہ مؤثر اور دل نشین ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ دوران تعلیم وتفہیم بات کی وضاحت کرنے اور اس کو مؤثر طور پر دل نشین کروانے کی غرض سے مناسب حال اشارات استعمال فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کا خط کھینچ کر سمجھانا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کی دائیں جانب اور اس کی بائیں جانب خطوط کھینچے، پھر فرمایا: ''یہ راہیں ہیں۔''
یزید نے بیان کیا: ''جدا جدا''(۲۱)

ان میں سے ہر راہ پر شیطان بلا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے قرآن کریم کا یہ یہ حصہ پڑھا۔ جس کا ترجمہ ہے:

''اور بلاشبہ یہ میری راہ ہے سیدھی، سو تم اس پر چلو اور دوسروں کی راہوں پر مت چلو۔ وہ تمہیں اس (اللہ تعالیٰ) کی راہ سے جدا کر دیں گے۔''

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مقصود کو سمجھانے کی غرض سے لکیریں کھینچیں۔ امام طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول:
''ہمارے لیے آپ ﷺ نے خط بنایا'' کی شرح میں تحریر کیا ہے:

''یعنی بات کو ہمارے ذہن نشین کروانے کے لیے خط کھینچا، کیونکہ مخفی معانی کو اجاگر کرنے اور پوشیدہ مروز کی نقاب کشائی کی غرض سے تصویر وتمثیل استعمال کی جاتی ہے تا کہ وہ مرئی اور محسوس چیزوں کی طرح آشکارہ وجائیں اور بات سمجھنے میں انسانی خیال، عقل کی مدد کرے''۔(۲۲)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا:

''نبی ﷺ نے ایک مربع شکل بنائی اور اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو اس سے نکلا ہوا تھا اور (اس کے بعد) اس (مربع شکل) کے درمیانی خط کی طرف چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ بلاشک وشبہ اس کا احاطہ کر چکی ہے اور یہ باہر نکلا ہوا (خط) اس کی آرزو ہے۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط مصائب ہیں۔ پس اگر وہ ایک سے بچ نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں گرفتار ہو جاتا ہے۔''(۲۳)

اس حدیث شریف سے یہ واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انسانی آرزوؤں کی درازی اور انسان کے مسلسل مصائب اور موت کی گرفت میں ہونے کو ایک شکل بنا کر صحابہ کرام کو سمجھایا۔

چھڑی گاڑ کر سمجھانا

امام احمد اور امام بغوی رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

''نبی ﷺ نے ایک چھڑی اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری زیادہ دور۔ پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ موت ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اور یہ آرزو ہے اور وہ آرزو کے پانے کی کوشش میں ہے۔ لیکن آرزو (کے حصول) سے پہلے ہی اس کو آ پہنچتی ہے۔''(۲۴)

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے:

''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اور یہ اس کی آرزو ہے وہ اس کے حصول کی کوشش میں ہے (لیکن) وہ (موت) اس سے پہلے ہی اس کو دبوچ لیتی ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے انسان کو لمبی آرزوؤں اور موت کے وقت کے انتہائی قرب کو تین چھڑیاں گاڑ کر صحابہ کو سمجھایا۔

آنحضرت ﷺ نے کچھ بتانے سے پیشتر تین چھڑیوں کو زمین میں گاڑا اور پھر فرمایا: ''کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟'' آپ ﷺ کا یہ اسلوب مبارک سامعین کو مکمّل طور پر متوجہ کرنے کے لیے ایک بہترین ذریعہ تھا۔

''رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار خطوط کھینچے، پھر فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کا رسول اللہ ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''

حوالہ جات

۱۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحدیث علی طلب العلم، رقم الحدیث: ۲۲۹، دارالسّلام، الطبع الاول: ۱۴۲۸

۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ابی مع الصحیح، کتاب الادب، تعاون المومنین بعضھم بعضاً، رقم الحدیث: ۲۰۲۶، الطاف اینڈ سنز، کراچی: ۲۰۰۸

۳۔ العسقلانی، امد بن علی بن حجر، علامہ، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، ۱۰/۴۵۰، المکتبہ السّلفیہ، لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۸

۴۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: ۲۲۸، دارالسّلام، طبع اول: ۱۴۲۸ھ

۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول النبیؐ بعثت: اناوالساعۃ کھاتین، رقم الحدیث: ۶۵۰۳، اطلاف اینڈ سنز، کراچی: ۲۰۰۸

۶۔ العسقلانی، احمد بن حجر، فتح الباری، شرح صحیح بخاری: ۱۱/۳۴۹، مکتبہ السّلفیہ، لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۸

۷۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی قصر الامل، رقم الحدیث: ۲۳۳۴،

دارالحرب السلفی الطبعۃ الاولیٰ سن اشاعت:۱۹۹۶

۸۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاستذان، باب الاخذ بالیدین، رقم الحدیث: ۶۲۶۵، اطلاف اینڈسنز، کراچی: ۲۰۰۸

۹۔ زواوی، احمد بن عبدالفتاح، شمائل الرسول، رقم: ۲/۲۸۳، دارالقمہ، الاسکندریہ: ۱۹۹۵

۱۰۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، کتاب الجمع، باب ذکر الخطبتین قبل الصلوٰۃ ''مافھا من.....'' رقم الحدیث: ۸۶۲، دارالطبہ، الطبع الثانیہ، ۲۰۰۹

۱۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیماً رقم الحدیث: ۶۰۰۵، دارالکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ: ۲۰۰۴

۱۲۔ البغوی ابومحمد الحسین بن مسور بن محمد، الانوار الیٰ الشمائل النبی المختار، ۱/۴۵۳، رقم: ۶۳۸، دارالمکتب، دمشق، الطبعہ الاولیٰ: ۱۹۹۵۔ التیمی، محمد بن عبدالوھاب بن سلیمان، مختصر زادالمعاد، رقم: ۱/۳۰، دارلریان للتراث، القاہرہ الطبع الثانی: ۱۹۸۷

۱۳۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح اعلم، کتاب الجہاد، باب مالقی النبی ممن أذی المشرکین، رقم الحدیث: ۱۷۹۵، دارالطبع الطبع الثانی: ۲۰۰۹

۱۴۔ النووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف، ریاض الصالحین للنووی، رقم الحدیث: ۱۵۲۲/۱۲، ۱/۱۲۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعہ الثالثۃ: ۱۹۹۸

۱۵۔ الطحاوی، اوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ شرح مشکل الاثار لطحاوی، رقم: ۳/۲۲۱، موسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ: ۱۹۹۴۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الاوسط الطبرانی، رقم: ۸۶۷۹، دارالحرمین المتحدہ سن اشاعت: ۱۹۹۵

۱۶۔ التیمی، احمد بن علی بن المثنیٰ، مسند ابی یعلی الموسلی، رقم: ۱۷۹۶۔ دارالشفافۃ العربیہ، بیروت الطبع الثانیہ: ۱۹۹۲

۱۷۔ النبوی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف ریاض الصالحین، رقم: ۷/۴۶۴، موسۃ الرسۃ، بیروت: ۱۹۹۸

۱۸۔ النبوی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف ریاض الصالحین، رقم: ۶/۶۰۷ موسۃ الرسۃ، بیروت: ۱۹۹۸

۱۹۔ ابن عساکر، ابوالقاسم، علی بن الحسن، ھبۃ اللہ، تاریخ دمشق، لا بن عساکر، رقم: ۵/۴۱، دارالفکر، للطباعۃ والنشر والتوزیع، سن اشاعت: ۱۹۹۵

۲۰۔ السجتانی، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۸۰۲، دارالسّلام لاہور، سن اشاعت، ۲۰۰۹

۲۱۔ الشیبانی، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال، المسند، رقم الحدیث: ۴۱۴۲، بیت الافکار الدولیۃ، طبعۃ الثانیہ: ۲۰۰۳

۲۲۔ القاری، علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح، رقم: ۵/۱۷۴۳، مکتبہ رشدیہ، کوئٹہ، سن اشاعت: ۱۹۹۱

۲۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب فی الامل مطولہ، رقم الحدیث: ۶۴۱۷، الطاف اینڈسنز، کراچی: ۲۰۰۸

۲۴۔ الشیبانی، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال، الھند، احمد، کتاب الرقاق، باب طول الامل والحرص، رقم الحدیث: ۱۸/۳، بیت الافکار الدولیہ، الطبع الثانیہ: ۲۰۰۳

سیر و مغازی وہب بن منبہؒ

حافظ حامد حماد☆/محمد منشا طیب☆☆

Abstract:

"Seerah writing and its historical back ground is an important topic regarding Islamic Studies and no Muslim, scholar or otherwise is un-aware of its importance. There is a big collection of literature created in this field in different languages of the world and this task is continued onward which is a unique title of the muslim ummah. Wahab Bin Munabbah is a well-known name in the series of poineer seerah writers. Initialy, where Urva Bin Zubair collected the matter of the events of seerah and Ghazwawat (مغازی وسیر), Wahab Bin Munabbah did it aslo there. He was an expert in describing izrial Traditions, and wrote many books in this regard. Although he belongs to Poineer Seerah writers but the researchers have written a little about him and his work. the following article is a research essay on the topic."

تاریخ سیرت نگاری کی اہمیت کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ اس میدان میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور یہ کام جاری رہے گا جو امت مسلمہ کا بہت بڑا اعزاز ہے۔ اولین سیرت نگاروں میں ایک معروف نام وہب بن منبہ ہے۔ ابتدائی طور پر جہاں عروہ بن زبیر نے مغازی و سیر کو جمع کیا وہاں وہب بن منبہ (۱۱۴ھ/۷۳۱ء) نے بھی روایات مغازی کو اکٹھا کیا۔ انھیں تاریخ عرب اور اسرائیلی روایات و قصص میں خاص درک حاصل تھا۔ اور اس سلسلے میں انھوں نے کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ باوجودیکہ وہ اولین سیرت نگاروں میں سے ہیں مگر ان کے بارے میں محققین نے بہت کم لکھا ہے۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے یہ مقالہ تحریر کیا گیا اور اس میں ان کے تعارف و خدمات اور ان کی تصنیف کردہ مغازی کے منہج و اسلوب نگارش پر فنی گفتگو کی گئی ہے۔

☆ لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد

☆☆ پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

وہب بن منبہؒ جلیل القدر تابعی عالم سیر ومغازی اور صحائف مذاہب سابق کے عالم ہیں اور ان کا پورانام وہب بن منبہ بن کامل یمنی صنعانی ابناوی ہےاور ابوعبداللہ کنیت ہے۔(۱)

اُن کے نسب کے متعلق ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"وهب بن منبهؒ بن كامل بن سيح بن ذی كنارالیمانی الصنعانی الذماری ابوعبدالله الابناوی."(۲)

وہب بن منبہ کی تاریخ پیدائش ۳۴ ہجری ہے۔ابنِ حجران کی پیدائش کے متعلق لکھتے ہیں:

"قال اسحق بن ابراهيم بن عبدالرحمٰن الهروی ولد سنة اربع وثلاتين فی خلافة عثمان"(۳)

اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن الہروی لکھتے ہیں کہ آپ ۳۴ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے۔

آپ کی وفات کے متعلق ۱۱۰ ہجری، ۱۱۳ ہجری اور ۱۱۴ ہجری تین اقوال پائے جاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں:

"قال ابن سعد و جماعة مات سنة عشرومائة وقيل مات سنة ثلاث عشره و قبل سنة اربع عشرومائة و قيل ان يوسف بن عمرضربه حتى مات"(۴)

(ابن سعد و جماعہ فرماتے ہیں کہ آپ ۱۱۰ ہجری میں فوت ہوئے یہ قول بھی ہے کہ ۱۰۳ ہجری میں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۱۴ھ اور پھر ایک قول یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ یوسف بن عمر نے ان کو مارا جس کی وجہ سے وہ وفات پا گئے۔)

آپ کی وفات کے بارہ میں زیادہ راجح قول ۱۱۴ ہجری کا ہے۔امام ذہبیؒ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

وھب بن منبہ مکہ و مدینہ کے کسی معروف خانوادہ یا قبیلہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔آپ عجمی النسل تھے اور نسلاً ایرانی تھے۔ان کے والد ۱۰ھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔آپ کے والد منبہ فارس کے شہر ہرات کے رہنے والے تھے۔کسریٰ شہنشاہ ایران نے انھیں یمن فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔(۵)

وھب صنعا شہر میں عمر بن عبدالعزیز کے دور میں قاضی کے عہدہ پر رہے۔ان کے پاس اہلِ کتاب کے علم کا وسیع ذخیرہ تھا۔انھوں نے زیادہ تر توجہ اسی طرف مبذول رکھی۔ان کے بھائی ھمام بن منبہ کے پاس بھی احادیث کا تحریر شدہ ایک مشہور مجموعہ تھا۔جو ان سے معمر روایات کرتے ہیں اور صحاحِ ستہ میں اس کا پیشتر حصہ محفوظ ہو چکا ہے۔(۶)

علمی مقام و مرتبہ

صاحب تہذیب التہذیب ان کے علمی مرتبہ کے متعلق لکھتے ہیں: